پروفیسر ڈاکٹر محمد یٰسین مظہر صدیقی
ادارہ علوم اسلامیہ، مسلم یونی ورسٹی علی گڑھ

حدیث ''بُنِیَ الْاِسْلَامُ عَلٰی خَمْسٍ'' کا روایتی اور درایتی تجزیہ

اسلام کی سب سے جامع، صحیح اور قدیم ترین تعریف اس حدیث مشہور ومبارک میں ملتی ہے۔ متعدد محدثین کرام نے اس حدیث معنی خیز کی تخریج اپنی اپنی کتاب الایمان میں مختلف ابواب میں فرمائی ہے۔ مشہور مجموعۂ احادیث صحاح ستہ میں بھی وہ موجود ہے، اور دوسری صحاح اور سنن میں بھی اس کا ذکر خیر پایا جاتا ہے۔ ان میں سے اہم ترین باب ہے: مسلم کا باب **بیان ارکان الاسلام ودعائمه العظام** جب کہ امام بخاریؒ نے اپنی کتاب الایمان کے اولین باب **باب قول النبی صلی الله علیه وسلم بُنِیَ الْاِسْلَامُ عَلٰی خَمْسٍ** کے ترجمۃ الباب میں اس کا ذکر کیا ہے۔ اور پوری حدیث دوسرے باب **باب دعاؤکم ایمانکم** میں نقل کی ہے۔ اولین باب کے ترجمے کی حکمت یہ ہے کہ حضرت امامؒ نے اپنے عقیدۂ محدثین کے مطابق ایمان کو قول اور فعل پر مبنی بتایا ہے اور اسی کی تائید میں حدیث مذکورہ کا اولین حصہ نقل کیا ہے، کیوں کہ اس حدیث شریف کے متن میں اسلام کو عقیدہ توحید ورسالت کے علاوہ ارکان اربعہ نماز، زکوۃ، روزہ اور حج پر مبنی بتایا گیا ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ اس خیال وفکر محدثین میں ایمان اور اسلام کا امتیاز وفرق نہیں سمجھا گیا، اور نہ ہی ارکان یا عمل کے قول اور عقیدے/ایمان سے ارتباط کو سمجھا گیا۔ بہ ہر حال یہ دوسری بحث ہے، جس پر بہت سے علمائے اسلام، فقہائے کرام اور محدثین عظام نے مفصل

بحثیں کی ہیں۔ سردست ہماری بحث دعائم/ارکان خمسہ پر مبنی حدیث نبوی کی تخریج سے ہے۔ امام ترمذی نے اپنی جامع شریف میں اسی حدیث شریف کا سرنامہ باب کا قرار دیا ہے۔ باب ماجاء بنی الاسلام علیٰ خمس اور امام نسائی نے سوالیہ/استفہامیہ باب باندھا ہے: علیٰ کم بنی الاسلام ؟

معروف صحاح ستہ میں سے صرف چار کتب میں اس بنیادی حدیث کی تخریج کی گئی ہے۔ ان کے علاوہ متعدد دوسری کتب حدیث میں بھی اس حدیث نبوی کی تخریج ملتی ہے جس کا ذکر بہ عنوان کیا جاتا ہے:

مسند احمد بن حنبل: ج ۲، ص ۱۴۳

ابن حبان۔ صحیح: ج ۱، ص ۱۸۸

سنن کبریٰ بیہقی: ج ۱، ص ۳۵۸

مصنف عبدالرزاق

روایت حدیث اسناد و متن

ان میں سے بیشتر کتب حدیث میں یہ انتہائی اہم حدیث حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ ظاہر ہے کہ تمام محدثین کرام نے اپنی اپنی اسناد سے اسے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے اخذ و قبول کیا ہے۔ ان تمام اسناد کا مطالعہ بھی اپنی جگہ بہت اہم ہے کہ وہ بہت سے مسائل مہمات اور امور و اصول بیان کرتا ہے۔ پہلے صحاح ستہ کی چار کتب قیمہ کی اسناد بالترتیب ملاحظہ ہوں کہ ان کے مطالعے کے بعد ہی صحیح تجزیہ ہوسکتا ہے:

حدیث بخاری

حدثنا عبیداللہ بن موسیٰ قال: اخبرنا حنظلة بن ابی سلیمان عن عکرمه: بن خالد عن ابن عمرؓ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم: بُنی الاسلام علیٰ خمس، شهادة ان لااله الااللہ وان محمدا رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم، واقام الصلوٰة وایتاء الزکاة والحج وصوم رمضان (۱)

حدیث مسلم

حدثنا محمد بن عبدالله بن نمير الهمداني، حدثنا ابوخالد يعنى سليمان بن حيان الاحمر، عن ابى مالك الاشجعى، عن سعد بن عبيده عن ابن عمر عن النبى صلى الله عليه وسلم قال: بُنى الاسلام علىٰ خمسة، علىٰ ان يوحدالله، واقام الصلوة، وايتاء الزكوٰة، وصيام رمضان، والحج، فقال رجل: الحج وصيام رمضان، قال لا، صيام رمضان والحج، هكذا سمعته من رسول الله صلى الله عليه وسلم (۲)

مسلم کی اس معنی کی چار احادیث ہیں جو مذکورہ بالا کے علاوہ ہیں:

حدثنا سهل بن عثمان العسكرى، حدثنا يحىٰ بن زكريا ابن ابى زائدة، حدثنا سعد بن طارق قال: حدثنى سعد بن عبيدة السلمى عن ابن عمر عن النبى صلى الله عليه وسلم قا: بُنى الاسلام علىٰ خمس على ان يعبد الله، ويكفر بما دونه، واقام الصلوة وايتاء الزكوٰة وحج البيت وصوم رمضان (۳)

حدثناعبيدالله بن معاذ، حدثنا ابى، حدثنا عاصم وهو ابن محمد بن زيد بن عبدالله بن عمر عن ابيه قال : قال عبدالله قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : بُنى الاسلام علىٰ خمس: شهادة ان لااله الا الله وان محمدا عبده ورسوله، واقام الصلوٰة وايتاء الزكاة، وحج البيت، وصوم رمضان (۴)

حدثنا ابن نمير، حدثنا ابى، حدثنا حنظله قال سمعت عكرمة بن خالد يحدث طاؤساً، ان رجلا قال لعبدالله بن عمرو ألا يغزو؟ قال: انّى قدسمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: ان الاسلام بُنى علىٰ خمسة: شهادة ان لااله الا الله، واقام الصلوٰة وايتاء الزكوٰة، وصيام رمضان،وحج البيت (۵)

حدیث ترمذی:

حدثنا ابن ابی عمر، حدثنا سفیان بن عیینه عن سعید بن الخمس التمیمی عن حبیب بن ابی ثابت عن ابن عمر قال، قال رسول الله صلی الله علیه وسلم : بُنی الاسلام علٰی خمس، شهادة ان لااله الا الله وان محمدا رسول الله صلی الله علیه وسلم، واقام الصلوٰة، وایتاء الزکوٰة، وصوم رمضان، وحج البیت (٦)

حسب معمول امام ترمذیؒ نے اس حدیث پر حکم لگایا ہے: هذا حدیث حسن صحیح اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے دو مزید سندوں سے اس حدیث کے دوسری وجہ سے مروی ہونے کی بات کہی ہے:

١۔ وقد رُوی من غیر وجه عن ابن عمر عن النبی صلی الله علیه وسلم نحو هذا

٢۔حدثنا ابو کریب حدثنا وکیع عن حنظلة بن ابی سفیان الجمعی عن عکرمة بن خالد المخزومی عن ابن عمر نحوه

٣۔اور ایک اوراہم تبصرہ امام ہے: وفی الباب عن جریر بن عبدالله

حدیث نسائی:

أخبرنامحمد بن عبدالله بن عمار، قال: حدثنا المعافی یعنی ابن عمران، عن حنظلة بن ابی سفیان، عن عکرمة بن خالد عن ابن عمر: ان رجلا قال له، ألا تغزو؟ قال: سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول: بنی الاسلام علٰی خمس : شهادة ان لا اله الا الله، واقام الصلوٰة وایتاء الزکوٰة، والحج، وصیام رمضان. (٧)

دیگر اسانید ومتون

روایت ابن عمرؓ

بیشتر کتب حدیث کی اسناد اگر چہ مختلف ہیں مگر اوپر صرف ایک صحابی جلیل حضرت عبداللہ بن عمرؓ پر منتہی ہوتی ہیں اور اسی سے ہماری بنیادی بحث ہے، اگر چہ بعد کی مختلف سندوں سے بھی تعرض

کیا جائے گا۔ صحاح ستہ میں سے چاروں کتب نے صرف ایک صحابی حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے یہ روایت اخذ کی ہے، سوائے امام ترمذیؒ کے کہ انہوں نے بعد میں حضرت جریر بن عبداللہؓ جیسے دوسرے متاخر صحابی سے بھی اس کے مروی ہونے کا حوالہ دیا ہے، مگر اصل متن انہوں نے بھی صرف حدیث ابن عمرؓ کا ہی ان ہی سے اپنی سند کے ساتھ بیان کیا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت حدیث مذکورہ بالا کا زمانہ متعین کرنا ضروری ہے۔ اس ضرورت کے اسباب وعلل سے بحث بعد میں آتی ہے جو خاصی مفصل بھی ہوسکتی ہے۔ لیکن اصل چیز زمان ووقت روایت ہے۔ خوش قسمتی سے بعض احادیث کی اسناد سے اس کا ایک وقت تو متعین کیا جاسکتا ہے۔

حدیث مسلم (۱۱۴) ۲۲ (......) اور حدیث نسائی: ۵۰۰۴ سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت ابن عمرؓ سے کسی شخص نے یہ سوال کیا تھا کہ آپ غزوہ / جہاد میں شریک نہیں ہوتے: اَلا یغزو؟ اَلا تغزو؟ بالترتیب۔ یہ عہد نبوی کے بعد کسی وقت سوال کیا گیا تھا اور حضرت طاؤس تابعیؒ کے بیان پر مبنی ہے۔ ان کے مطابق ایک شخص کے سوال کے جواب میں حضرت ابن عمرؓ نے یہ حدیث مبارک بیان کی تھی کہ جہاد اسلام کا پانچواں رکن کم از کم نہیں ہے، بقیہ پانچوں اسلام کے ارکان یا دعائم پر ان کا پکا ایمان و مستحکم تر عمل تھا، لہٰذا عدم شرکت جہاد ان کے نقص اسلام کو لازم نہیں، اس تعین وقت کی روایتی اور درایتی شہادت یہ ہے کہ عہد نبوی میں غزوہ خندق کے بعد سے وہ تمام مشاہد نبوی میں شریک رہے۔ غزوہ خندق ان کا اولین غزوہ اس بنا پر تھا کہ وہ اس سے قبل بالغ / پندرہ سال کے نہ تھے اور ان کو شرکت کی اجازت نبوی حاصل نہ تھی۔ (۸)

ان روایات کا خلاصہ یہ ہے کہ غزوہ بدر میں حضرت ابن عمرؓ نابالغ تھے لہٰذا اس میں قطعی طور سے شریک نہ تھے۔ غزوہ احد کے بارے میں روایات کا اختلاف ہے، بعض کے نزدیک شریک تھے کہ بالغ ہو چکے تھے، اور بعض کے نزدیک شریک نہ تھے۔ بیشتر روایات اور علما کا اتفاق ہے کہ ان کا اولین غزوہ خندق تھا، اور اس کے بعد وہ تمام غزوات اور بعض سرایا میں شریک رہے تھے۔ غزوات میں خیبر، فتح مکہ، حنین، طائف، تبوک وغیرہ میں موجود رہے تھے، اور سرایا میں غزوہ موتہ میں ان کی شرکت کافی اہم تھی۔ بعد میں وہ مصر کی فتح، جنگ یرموک اور فتح افریقیہ اور بحر روم کے موعودہ غزوہ اسلام میں بھی شریک رہے تھے۔ مشاہد نبوی اور دوسرے جہادوں میں ان کی شرکت

کے لئے مزید ملاحظہ ہو:

بخاری: کتاب الشہادات، باب بلوغ الصبیان۔ کتاب المغازی، باب غزوۃ الخندق۔

بخاری: کتاب الشروط وغیرہ۔ کتاب المغازی، باب غزوۃ موتہ

بخاری: باب بعث النبی صلی اللہ علیہ وسلم خالداً

حدیث جبریلؑ سے ارتباط

پانچ چیزوں یا ارکان خمسہ پر اسلام کے مبنی ہونے کا ایک معنوی ارتباط حدیث جبریل سے بھی ہے۔ اس حدیث شریف میں ایک اور وسیع تر اور معنی خیز ارتباط ایمان، اسلام اور احسان سے بھی پایا جاتا ہے۔ بل کہ صحیح تر بات یہ ہے کہ ان تینوں مبانی، دعائم اور ارکان کے باہمی تفاعل اور اندرونی تعلق سے بھی ہے اور زیادہ ہے۔ یہ حدیثِ جبریلؑ مختلف کتب حدیث کے ابواب/کتاب الایمان میں مختلف صحابہ کرام سے منقول ہوئی ہے۔ مزید برآں بعض روایات صحابہ کرام میں اس کی توقیت وتاریخ کی تعیین کے بھی قرائن وشواہد ملتے ہیں۔

پہلے حدیث جبریلؑ کے متون پیش کئے جاتے ہیں:

حدیث بخاری:

عن ابی هریرة کان النبی صلی الله علیه وسلم بارزا یوما للناس فاتاه رجل فقال، ماالایمان؟ قال: الایمان ان تومن بالله وملائکته وکتبه ورسله وتومن بالبعث، قال ماالاسلام؟ قال: الاسلام ان تعبدالله ولاتشرك به، وتقیم الصلاة ، وتوتی الزکاة المفروضة، وتصوم رمضان، قال: ماالاحسان؟ قال ان تعبدالله کانك تراه، فان لم تکن تراه فانه یراك (۹)

حدیث مسلم:

حدثنی ابی عمر بن الخطاب قال، وقال یا محمد اخبرنی عن الاسلام فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم الاسلام أن تشهد ان لااله الا الله وان محمدا رسول الله صلی الله علیه وسلم، وتقیم الصلاة،

وتوتی الزکاة، وتصوم رمضان، وتحج البیت ان استطعت الیه سبیلا قال صدقت قال فأخبرنی عن الایمان قال: ان تومن بالله وملائکته وکتبه ورسله والیوم الآخر، وتومن بالقدر خیره وشره قال صدقت:......الخ (۱۰)

حدیث مسلم:

عن ابی هریرة قال: کان رسول الله صلی الله علیه وسلم یوما بارزا للناس فاتاه رجل فقال یا رسول الله ! ماالایمان؟ قال: ان تومن بالله ...... وقال یارسول الله ! ماالاسلام؟ قال: الاسلام ان تعبدالله ولاتشرك به شیئاتقیم الصلاة المکتوبة، تودی الزکاة المفروضه، تصوم رمضان، قال یا رسول الله اما الاحسان؟ قال: ان تعبدالله کانك تراه، فانك ان لاتراه فانه یراك...... (۱۱)

حدیث مسلم:

عن ابی هریرة قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم : سلونی، فهابوه ان یسئلوه، فجاء رجل فجلس ...... فقال یا رسول الله اما الاسلام؟ قال: لاتشرك بالله شیئا، وتقیم الصلاة، توتی الزکاة وتصوم رمضان، قال صدقت، قال یارسول الله اما الایمان؟ (۱۱)

حدیث ترمذی:

قال(ابن عمرؓ) قال: عمر بن الخطاب...... ثم قال: یامحمد! ماالایمان؟ ......قال فما الاسلام؟ قال: شهادة ان لااله الا الله وان محمدا عبده ورسوله، واقام الصلوٰة ، وایتاء الزکوٰة، وحج البیت وصوم رمضان، قال فما الاحسان؟...... الخ (۱۲)

حدیث نسائی:

عن ابی هریرة وابی ذر قالا: کان رسول الله صلی الله علیه وسلم یجلس بین ظهرانی اصحابه فیجئ الغریب فلا یدری ایهم هو حتی

يسأل،فطلبنا الى رسول الله صلى الله عليه وسلم ان نجعل له مجلسا لعيرفه الغريب اذا اتاه فبيننا له وكانا من طين كان يجلس عليه وانا لجلوس ورسول الله صلى الله عليه وسلم فى مجلسه اذاقبل رجل ...... قال يامحمد! اخبرنى ماالاسلام؟ قال: الاسلام ان تعبدالله ولا تشرك به شيئا، وتقيم الصلاة وتوتى الزكاة، وتحج البيت وتصوم رمضان، قال اذافعلت ذالك فقد اسلمت؟ قال: نعم، قال صدقت.

...... قال يامحمد! اخبرنى ماالايمان؟ قال: الايمان بالله وملائكته والكتاب والنبيين الخ (۱۳)

نکاتِ حدیث جبریلؑ

فنی اور اصطلاحی نکات اور دقائق سے قطع نظر حدیث جبریلؑ کے حسب ذیل نکات قابل لحاظ ہیں:

۱۔ یہ اہم ترین حدیث مختلف صحابہ کرام سے مروی ہے: حدیث بخاری: ۵۰ اور اس کا طرف دونوں حضرت ابو ہریرہ دوسیؓ سے مروی ہیں۔ حدیث مسلم: (۹۷) بھی حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے۔ اور حدیث مسلم: (۹۹) بھی ان ہی سے منقول ہے، جب کہ حدیث مسلم (۹۳) حضرت ابن عمر کے واسطے سے حضرت عمر سے مروی ہے۔ یہی سند خاص حدیث ترمذی: ۲۶۱۰ کی ہے۔ اور حدیث نسائی: ۴۹۹۴ حضرات ابو ہریرہ وابوذر دونوں سے مشترکہ طور سے منقول ہے۔

۲۔ امام ترمذیؒ نے حسب دستور اس باب میں تین دوسرے صحابہ کرام: حضرات طلحہ بن عبیداللہ انس بن مالک اور ابو ہریرہؓ سے اسی حدیث کے مروی ومنقول ہونے کی بات کہی ہے، اگر چہ ان کے متون نہیں دیئے۔ حضرت ابو ہریرہ دوسیؓ سے منقول روایات واحادیث کا ذکر احادیث بخاری ومسلم (صحیحین) میں البتہ دو صحابہ کرام حضرات طلحہ اور انس کی احادیث کے متون کا پتہ لگانا باقی ہے۔

۳۔ حدیث جبریلؑ میں متون کا کافی فرق ہے اور یہ فرق مختلف نوعیتوں کا ہے جو خاصی اہم ہیں۔

حدیث بخاری اور بعض احادیث مسلم میں ایمان کا ذکر پہلے ہے اور اسلام کا بعد میں۔جن احادیث میں اسلام کا ذکر پہلے ہے وہ ہیں: حدیث مسلم۔(۹۳)......حدیث نسائی۔۴۹۹۴

ایک اہم ترین اور معنی خیز فرق یہ ہے کہ بعض احادیث اسلام میں حج جیسے رکن خامس کا ذکر نہیں ہے۔جیسے حدیث مسلم(۹۷)۵(۹) جس میں صرف عبادت الٰہی کرنے اور شرک سے پرہیز کرنے کے علاوہ فرض نمازوں کی اقامت اور فرض زکوٰۃ کی ادائیگی اور روزہ رمضان کا ذکر ہے یہی حال حدیث بخاری۔۵۰ کا ہے۔

صیام رمضان اور حج بیت اللہ کی ترتیب کا بھی فرق ملتا ہے۔بعض میں حج کا ذکر صیام رمضان سے پہلے ہے جیسے حدیث ترمذی ۲۶۱۰ اور حدیث نسائی ۴۹۹۴

ایک اہم فرق متون میں اولین رکن کے بارے میں ملتا ہے اور وہ مختلف متون میں مختلف ہے:

۱۔حدیث بخاری ۵۰ میں ہے: اسلام یہ ہے کہ اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ شرک نہ کرو۔یہی تعبیر معمولی فرق کے ساتھ حدیث مسلم (۹۷) ۵ ( )) میں ہے اور یہی حدیث نسائی: ۴۹۹۴ میں ہے۔

۲۔حدیث مسلم ۹۹ میں اللہ کے ساتھ صرف شرک نہ کرنے کا ذکر ہے۔

۳۔حدیث مسلم (۹۳)۱(۸) میں ہے: **الاسلام ان تشهد ان لااله الا الله وان محمدا رسولّ الله صلى الله عليه وسلم**

۴۔حدیث ترمذی: ۲۶۱۰: میں ہے: **شهادة ان لااله الا الله وان محمدا عبده ورسوله۔**

دوسرے ارکان اسلام کے بارے میں بعض احادیث میں فرض نماز اور فرض زکوٰۃ کی وضاحت ملتی ہے اور بعض میں صرف نماز اور زکوٰۃ کا خالص بیان ہے اور بعض میں نماز کا خالص بیان ہے اور زکوٰۃ کو فرضیت سے جوڑا گیا ہے:

۱۔حدیث بخاری۔۵۰: میں نماز کی صفت نہیں ہے مگر زکوٰۃ اپنی صفت المفروضہ کے ساتھ ہے۔

۲۔حدیث مسلم۔(۹۷) میں ہے: **الصلاة المكتوبة والزكاة المفروضة**

۳۔ بیشتر احادیث صحاح ستہ میں نماز اور زکوٰۃ کی صفات فرضیت نہیں ہیں۔

تعیین تاریخ وتوقیت

ان تمام احادیث اسلام سے خواہ وہ بنی الاسلام علیٰ خمس والی ہوں یا حدیث جبریل والی، یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ سب کی سب مدنی دور کی ہیں۔ یعنی ان احادیث کو صحابہ کرام نے مدینہ منورہ کے زمانے میں بیان کیا تھا۔ اور بعض کی اسناد وغیرہ سے بھی واضح ہوتا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ان کو بالخصوص جبریلؑ کا ذکر مدینہ منورہ کے زمانے میں ہی کیا تھا۔ ان میں بعض خالص مکی دور کے صحابی رواۃ ضرور ہیں، جیسے حضرات عمر بن خطاب عدویؓ، ابوذر غفاریؓ اور طلحہ بن عبیداللہ تیمیؓ مگر ان کی روایات خالص مدنی دور کی معلوم ہوتی ہیں کہ قرائن وشواہد یہی کہتے ہیں۔ اور بعض راوی صحابہ۔ خالص مدنی دور کے ہیں، جیسے حضرات ابوہریرہ دوسی، انس بن مالک رضی اللہ عنہم وغیرہ، اور ان کی روایات بھی مدنی دور کی ہیں اور اس میں کوئی شبہ نہیں ہوسکتا۔

حضرت ابن عمرؓ کی روایت/ روایات کے مدنی ہونے کا ایک مزید ثبوت یہ ہے کہ ان سے جہاد وغیرہ میں شرکت نہ کرنے کے بارے میں جب سوال کیا گیا تو انہوں نے اسلام کے پانچ ارکان حمیدہ پر مبنی حدیث نبوی بیان کی۔ یہ تاریخی شواہد سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ عہد نبوی کے مدنی دور میں بھی سوال نہیں کیا گیا تھا بل کہ خلافت راشدہ کے زمانے میں بھی نہیں کیا گیا تھا۔ اس کا زمانہ خالص اموی دور کا ہے، جب وہ فوجی کارروائیوں سے الگ تھلگ ہو چکے تھے اور صرف بحر روم کے غزوے میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت مغفرت کے سبب دوسرے صحابہ کی مانند شرکت کی تھی۔

پس منظر اور سببِ نزول

حدیث جبریلؑ کی بعض اسناد اور طرق سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ وہ مدنی دور کی ہے، بل کہ اس کے اواخر کی۔ ان میں بخاری وغیرہ کی مرویات حضرات ابوہریرہ دوسی وابوذر غفاری رضی اللہ عنہما خاص طور سے اس دور کی ثابت ہوتی ہیں۔ ان میں سے حضرت ابن عمرؓ کی اپنے والد ماجد حضرت عمر بن خطابؓ سے مروی حدیث جبریلؑ تو اموی دور کی ہے۔ حضرات یحییٰ بن یعمر اور حُمید بن عبدالرحمٰن حمیری رحمہما اللہ نے اپنے سفرِ حج/عمرہ کے دوران حضرت ابن عمرؓ سے ملاقات کی۔

اس کا سبب یہ تھا کہ وہ بصرہ میں معبد جہنی کے عقیدہ قدر کے بارے میں معلوم کرنا چاہتے تھے کہ وہی اولین مفکر عقیدہ تھے۔ حضرت ابن عمرؓ سے ان دونوں نے بیان کیا کہ کچھ لوگ ایسے پیدا ہوئے ہیں جو قرآن پڑھتے ہیں اور علم کا دعویٰ کرتے ہیں مگر وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ تقدیر کوئی شے نہیں: **وانهم يزعمون ان لاقدر وان الامر انف**..... حضرت ابن عمرؓ نے ان سے برأت کا اظہار کیا اور پھر حدیث جبریلؑ اپنے والد ماجد کی سند سے نقل کی۔ اس کے آخر میں قدر کے خیر وشر پر ایمان رکھنے کا بیان نبوی موجود ہے۔ یہ تاریخی پس منظر اس کا وقت روایت بیان کرتا ہے مگر اس کا وہ بعد کا مرحلہ ہے۔ اصلاً وہ حضرت عمر بن خطابؓ کی روایت ہے جو کافی پہلے ہو چکے تھے اور انہوں نے یہ حدیث رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بہ راہ راست سنی تھی اور وہ بہ ہرحال عہد نبوی کا مدنی دور ہی تھا۔

ایک حدیث مسلم (۹۹) ۷(۱۰) سے سبب/ شان نزول حدیث جبریل کا پتہ چلتا ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کے حاضرین مجلس سے دین کے بارے میں پوچھنے کو فرمایا مگر صحابہ حاضرین متردد ہو گئے، اور سوال نہ کر سکے۔ اس پس منظر میں حضرت جبریل علیہ السلام نمودار ہوئے اور ایمان واسلام وغیرہ کے بارے میں سوالات کئے۔ حدیث نسائی سے یہ دل چسپ حقیقت بھی ابھرتی ہے کہ اس حدیث کا بیان ایک خاص چبوترہ نبوی پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف فرما ہونے کے دوران ہوا تھا، جو صحابہ کرام نے خاص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بنایا تھا اور یہ خالص مدنی دور کا واقعہ ہے۔

مدنی دور میں یا بعد کے اموی عہد میں حدیث اسلام اور حدیث جبریلؑ کی روایت وترسیل کا کیا معنی ہے۔ کیا اسلام کے ارکانِ خمسہ کی تعلیم وتنفیذ بھی مدنی دور کی ہے یا متاخر دور خلافت راشدہ واموبہ کی ہو سکتی ہے۔ کم از کم کوئی ایک شخص بھی اسے تسلیم کرنے کے لئے آمادہ نہ ہوگا کہ حضرت ابن عمرؓ کی روایت/ روایات اموی دور کی ترسیل کو اولین ترسیل حدیث یا تعلیم نبی صلی اللہ علیہ وسلم سمجھ سکے۔ لہٰذا یہ ثابت ہوا کہ وقت روایت وترسیل اصلاً تعلیم نبوی یا اصول اسلامی یا تنزیل قرآن کی ہی لازمی طور سے وقت تعلیم وتنفیذ نہیں ہوتی یا ہو سکتی ہے۔ جیسے آج اکیسویں صدی عیسوی پندرھویں صدی ہجری میں اسلام کی اس حدیث نبوی کی اشاعت آج کی تعلیم نہیں لازماً اسے عہد نبوی کی تعلیم اور ترسیل کہا اور سمجھا جاتا ہے۔ یہ وہ حقیقت ہے جس کے منکر تو دشمنان دین بھی نہیں۔

بلا شبہ عہد نبوی میں مکی دوراور مدنی دور کے دوادوار تعلیم وتربیت اور تنزیل قرآنی کے ہیں۔ لیکن ان دونوں کی صراحت ووضاحت تنزیل قرآنی کے معاملے میں مکی اور مدنی سورتوں کی تقسیم بلا ریب کردیتی ہے۔ اس میں بھی ایک اصول قرآن وتفسیر بھی ہے اور وہ یہ کہ بسا اوقات تنزیل مدنی ہوسکتی ہے اور ہوتی بھی ہے مگر حکم وتعلیم مکی دور کی ہوتی ہے، جس کی مثال زیادہ تر وضو کی آیت کریمہ سورہ نساء کی بالعموم دی جاتی ہے۔ اس پر سب کا اتفاق ہے کہ وضو کا حکم مکی ہے اور ابتدائی دور کا ہے اور اس کا قرآن مجید میں بیان مدنی دور کا ہے۔ اس مدنی حکم وتنزیل کو مکی حدیث وتعلیم نبوی کی تصدیق وتائید ہی سمجھا گیا ہے اور یہی انصاف وحکمت کی بات بھی ہے۔ اسی سے ایک اور اہم اصول وقاعدے کی تخریج کی جاسکتی ہے اور کی بھی گئی ہے کہ بہت سے اسلامی احکام وقواعد وتعلیمات اصلاً مکی دور کی ہیں اور ان کی قرآن مجید میں تنزیل وبیان محض وحی خفی کی وحی جلی سے تائید ہی ہے۔

اس حدیث اسلام اور اسلام کے ارکان خمسہ کی حقیقت کا ارتباط قدیم ترین پس منظر سے ہے۔ محض مکی دور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں ہے۔ رسول اکرم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مکی دور میں بعثت سے ضرور سرفراز کیا گیا، مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اسلام کا آغاز نہیں ہوا۔ بعثت محمدی سے قبل کے زمانے کو اسلام کا زمانہ کہنا ہی غلط ہے۔ اسلام تو اللہ تعالیٰ کا واحد پسندیدہ دین ہے جو حضرت آدم علیہ السلام سے دنیا میں اولین بار متعارف ہوا، یعنی اس کا نقطۂ آغاز اس جہان رنگ وبو حضرت آدم علیہ السلام کی تشریف آوری اور تعلیم وتبلیغ سے ہوا تھا۔ ان کے جانشین انبیائے کرام کے نسل درنسل زمانوں میں اس اسلام کی بنیادی صورت میں کوئی فرق نہیں ہوا، صرف بعض فروع شریعت میں ارتقا اور اختلاف ہوتا رہا۔ اصل اسلام سب انبیا اور رسولوں کا ایک ہی ہے۔ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس اصل اسلام کو اپنے پیشرووں سے وراثت میں بلاکم وکاست پایا تھا، اور پھر فروع شریعت میں یا فروع دین میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے اسے کامل ومکمل فرمادیا۔

''بُنی الاسلام علیٰ خمس'' یا حدیث جبریلؑ وغیرہ میں اسلام کے جن پانچ ارکان کا ذکر خیر ہے وہ شروع سے یعنی از آدم علیہ السلام تا فخر آدم صلی اللہ علیہ وسلم یک ساں بے کم وکاست اور بے غل وغش رہے۔ یعنی تمام انبیائے کرام کے دین اسلام اور شریعت کی مانند دین وشریعت محمدی میں بھی

یہ پانچوں ارکان شروع سے تھے۔ اس کا منطقی نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ جب یہ پانچوں ارکان: ایمان باللہ وبالرسول، نماز، زکوٰۃ، صوم اور حج۔ سابق انبیا اور مرسلین کے دین وشریعت میں تھے تو شریعت ودین محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے مکی دور مبارک میں بھی تھے۔

غلط فہمی یا غلط تاویل حدیث کا نتیجہ یہ نکلا کہ ارکان خمسہ میں سے کچھ کو مکی دور کا اور بقیہ کو مدنی دور کا سمجھا گیا۔ متون حدیث میں صوف رمضان، زکوٰۃ مفروضہ اور حج البیت کی وضاحتوں سے یہ غلط فہمی پیدا ہوئی اور اس سے زیادہ ان تاویلات حدیث/ احادیث واحکام ہمارے مزعومہ اوقات وادوار سے ہوئی۔ عام خیال یہ جم گیا ہے کہ مکی دور نبوی میں صرف ایمان باللہ وبالرسول یعنی شہادتین کا حکم ونفاذ کیا گیا تھا۔ اور کسی قدر نماز کا۔ نماز/ صلوٰۃ کی متعدد مسنون ادعیہ اور ماثور احکام وغیرہ وبھی مدنی ہی سمجھا جاتا رہا ہے۔ اور بقیہ تین زکوٰۃ، روزہ اور حج تو خالص مدنی دور کے فرض ہیں ان کا مکی دور میں وجود اور نہ ان پر عمل۔ اس عوامی خیال ورجحان خام نے جہاں عام اہل علم کو گم راہ کیا ہے علما و ماہرین کو بھی بے راہ کیا۔

اس غلط العام عقیدے کو تسلیم کرلیا جائے تو حدیث ''بُنی الاسلام علیٰ خمس'' کے مطابق مکی دور میں اسلام صرف ۲/۵ تھا، زیادہ سے زیادہ یعنی شہادتین اور ان کے ساتھ نماز وصلوٰۃ، بقیہ تین ارکان/ ستون اسلام وقتاً فوقتاً یعنی مدت بہ مدت بعد آئے اور اس دوران اسلام ناقص رہا یعنی زکوٰۃ کی فرضیت وتعلیم ۳/ ۶۲۵ میں ہوئی اور روزہ رمضان کی ۲/ ۶۲۵ میں فرضیت ووجوب ہوا۔ اس کا مطلب ہوا کہ ۲/ ۶۲۵ تک اسلام ۳/۵ آیا تھا اور ۳/ ۶۲۵ تک ۴/۵ تک آیا تھا اور ناقص رہا اور حج تو مشہور قول کے مطابق ۹/ ۶۳۱ تک فرض ہوا۔ بعض دوسرے اقوال کے مطابق وہ ۵/ ۶۲۷، ۶/ ۶۲۸۔ ۷/ ۶۲۹ یا ۸/ ۶۳۰ میں فرض وواجب ہوا۔ لہٰذا اسلام ان احکامات کی مشروعیت تک ان اقوال کے مطابق ناقص رہا۔ مجموعی طور سے اسلام رسول اکرم صلی اللہ یہ وسلم کے عہد اور حیات مبارک کے اواخر تک ناقص رہا۔ کیا یہ صحیح ہوسکتا ہے۔

اصل اسلام کا معاملہ

مکی اسلام اور مدنی اسلام کا فرق وامتیاز محض ادوار کو اور بالخصوص تاریخی واقعات کو سمجھنے کے لئے ہے۔ جہاں تک اسلام، دین اور شریعت کا تعلق ہے تو وہ جوہری طور سے وہ ایک ہے اور مکی

دور نبوی اصل ہے۔ انبیائے سابقین کی شریعت و دین کے تسلسل سے بھی اس حقیقت جوہری کی پوری پوری تصدیق ہوتی ہے۔ پھر بنیادی احکام و تعلیمات کے لحاظ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اصل اسلام مکی دور کا محمدی دین و شریعت میں بھی ہے۔ صرف اصل اور فروع کے باہمی ربط وارتباط کو سمجھنے کی ضرورت ہے۔ جس پر بحث کچھ دیر بعد آتی ہے۔

متعدد علمائے اسلام اور مفکرین امت نے اسلام کے ارکان خمسہ کو مکی دور کا ہی تسلیم کیا ہے۔ ان کا خیال و نظریہ بل کہ عقیدہ محض ان کے فکر و فہم اور کسی خوش گمانی اور خوش عقیدگی پر مبنی نہیں ہے۔ بل کہ اس کی تائید مزید اور اصلاً اصل تائید و اظہار قرآن مجید کی آیات کریمہ اور احادیث نبویہ سے ہوتی ہے۔ ان دونوں منابع فکر و تعلیم۔ تصریحات علماء و مفکرین و تصریحات قرآن و حدیث۔ کا واضح اعلان ہے کہ اسلام میں روز اول سے یہ پانچوں ارکان۔ ایمان/ شہادت، نماز، زکوٰۃ، روزہ اور حج۔ موجود و کارفرما تھے۔

ان مفکرین اسلام اور محدثین عظام میں متعدد دوسروں کے علاوہ بعض عظیم شخصیات شامل ہیں۔ سردست ہم صرف تین اکابر کے نظریات و مباحث سے سرسری تعرض کریں گے کہ مفصل و مدلل کلام ایک کتاب میں ہو چکا ہے۔ یہ اکابر ثلثہ ہیں: حافظ ابن کثیر دمشقی شافعی (اسماعیل بن عمر، م ۷۷۴/ ۱۳۷۳) امام شاطبی (ابراہیم بن موسیٰ لخمی غرناطی مالکی، م ۷۹۰/ ۱۳۸۸) شاہ ولی اللہ دہلوی (احمد بن عبدالرحیم فاروقی، م ۱۱۷۶/ ۱۷۶۲) اور ان کی افکار و نظریات کی بنیادیں پیوست قرآن کریم اور حدیث شریف کی تعلیمات و دلائل بھی زیر بحث آئیں گے۔

حدیث اسلام کا اولین رکن و عماد شہادتین یا ایمان باللہ و بالرسل ہے۔ اور یہ سب کو تسلیم ہے کہ شہادتین ہمیشہ سے مطلوب و مقصود رہے ہیں اور ہر نبی مکرم علیہ السلام کے زمانے میں ان کی نبوت پر ایمان لانا بھی ایمان باللہ کی طرح ضروری تھا کیوں کہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کا معاملہ رسول مکرم ہی کے واسطے سے ممکن تھا۔ رسالتِ محمدی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے بعد حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اسی طرح ایمان لانا ضروری ہوا۔ دوسری شہادت کا اس حدیث پاک میں ذکر خاص یوں ہے کہ نبوت و شریعت محمدی ایک واقعہ بن چکی تھی۔ اور نہ صرف اپنے زمانے یعنی حیات محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے دوران کا وہ واقعہ مسلمہ تھی بل کہ تمام آنے والے ادوار کے لئے بھی، اور یہ اس بنا پر ضروری اور ناگزیر ہوا کہ بعثت و رسالتِ محمدی ختم نبوت کو بھی مستلزم

ومستوجب ہے۔لہٰذا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت ورسالت ہی پر نہیں بل کہ ختم نبوت اور ختم رسالت پر بھی ایمان لانا ضروری ہے اور یہ قیام قیامت تک کے لئے ہر ایک شخص، ہر ایک جماعت اور ہر ایک قوم کے لئے واجب وفرض ہے۔

ادارۂ رسالت کے تسلسل اور سلسلہ نبوت کے پیہم جاوداں ہونے کی وجہ سے اسلام کا ایک اور ایمانی یا شہادت کا جز و یہ ہے کہ حضرت محمد بن عبداللہ ہاشمی صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت وختم نبوت کے ساتھ ساتھ تمام انبیائے سابقین پر بھی ایمان لانا ضروری اور صحت ایمان وشہادت کے لئے ناگریز ہے اس میں صرف یہ حکمت مضمر و پوشیدہ نہیں ہے کہ کسی ایک نبی ورسول کا انکار سب کا انکار ہے، بل کہ یہ حقیقت بھی موجود ہے کہ افراد رسالت ونبوت خواہ تعدد رکھتے ہوں مگر نبوت ورسالت کا عقیدہ ایک ہے۔ جس طرح ہر دور میں اللہ تعالیٰ کی توحید ووحدانیت کا عقیدہ ایک رہا ہے، لہٰذا نبوت ورسالت سے سرفراز افراد کے اجزائے نبوت پر ایمان لانے سے نبوت کے کل پر ایمان ہوتا ہے اور یہ کلی ایمان لازمی حصہ ہے۔

حضرت امام شاطبیؒ نے الموافقات میں کتاب کے اصل مضمون اصول فقہ کے لحاظ سے بحث کی ہے۔تمام اصولی علما وفقہائے کرام کا اجماع ہے کہ شریعت جن اصول کلیہ کی حفاظت کے لئے آتی ہے وہ پانچ چیزیں ہیں:

۱۔دین ۔۲۔نفس ۔۳۔عقل ۔۴۔نسل اور ۵۔مال۔اور یہ پانچوں اصول کلیہ مکی دور میں آئے تھے، خواہ اس کی تفسیر وتشریح اور تکمیل مدنی دور میں ہوئی ہو۔مدنی آیات واحکام میں جو کوئی کلی اصل نظر آئے تو غور کرنے پر وہ اپنے سے زیادہ عام کی نسبت سے صرف جزئی معلوم ہوگا، یا کسی کلی اصل کی تکمیل نظر آئے گا۔اور یہ تمام اصول کلیہ مکی ہیں۔حضرت امام شاطبیؒ نے ان تمام پانچوں کے مکی نزول ونفاذ پر قرآنی آیات کریمہ سے استدلال کیا ہے۔

> اذارأيت فى المدنيات اصلا كليا فتامله تجده جزئيابالنسبة الى ماهر اعم منه ، اوتكميلا لاصل كلى، وبيان ذالك ان الاصول الكلية التى جاء ت الشريعة بحفظها خمسة: وهى الدين، والنفس، والعقل، والنسل، والمال اما الدين فهو اصل مادعا اليه القرآن والسنة واما نشأعنهما ، وهو اول مانزل بمكة، واما النفس فظاهر انزال حفظها

بمكة، واما العقل فقد ورد في المكيات مجملا

واما النسل فقد ورد المكي من القرآن بتحريم الزنى والامر بحفظ الفروج الا على الازواج الخ

واما المال فورد فيه تحريم الظلم، واكل مال اليتيم والاسراف والبغي ونقص المكيال والميزان الخ (۱۴)

ان اصول کلیہ کے علاوہ امام شاطبیؒ کی بحث میں حدیث اسلام کے بقیہ چار ارکان پر بھی بحث ہے۔ان چاروں پر مختصر مختصر بحث بقیہ دو امامانِ فکر سے بھی کی جارہی ہے، کیوں کہ الگ الگ بحث میں تکرار کے علاوہ طولِ کلام کا بھی خدشہ ہے۔

صلوٰۃ/نماز

آیات قرآنی اور احادیث نبوی دونوں کا اجماع ہے کہ نماز (صلوٰۃ) ہمیشہ اسلام کا ایک رکن رہی ہے۔شریعت ودینِ محمدی سے بہت پہلے سے اس کا غیر منقطع تسلسل چلا آرہا ہے کہ وہ ہر نبی کی امت کا فریضہ تھی۔دوسرے انبیائے کرام کی سابقہ امتوں سے قطع نظر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نو تعمیر کعبہ کے وقت سے اس کا تسلسل ملتا ہے۔حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تعمیر کعبہ کا مقصد یہ بتایا تھا کہ ان کی ذریت نماز قائم کرے اور خود وہ تو نماز قائم کرنے والے تھے ہی (۱۵) حضرت اسماعیل علیہ السلام اپنے اہل کو اقامت صلوٰۃ کا حکم دیتے تھے (۱۶) حضرات موسیٰ وعیسیٰ علیہما السلام اور دوسرے تمام انبیائے کرام کو اقامت نماز کا حکم دیا گیا تھا اور وہ اس پر عمل کرتے تھے۔(۱۷)

سورہ مریم کے مطابق ناخلف جانشینوں نے نماز ضائع کردی تھی:اضاعوا الصلوٰۃ (۱۸) تاہم وہ بہ قول شاہ ولی اللہؒ عرب جاہلی میں بھی کسی نہ کسی صورت میں جاری رہی اور صحیح ذریت اسماعیلی نے تو اس کی حفاظت کی، دوسرے مذاہب آسمانی یہودیت ونصرانیت وغیرہ کے پیروؤں کے درمیان بھی نماز کا وجود وتسلسل ملتا ہے۔یہ دوسری بات ہے کہ انہوں نے اس کی شکل وصورت سے زیادہ اس کی روح وباطن کو خراب کیا تھا۔خواہشات کی پیروی میں عہد جاہلی اور عہد قبل بعثت نبوی میں نماز کے جاری رہنے اور پڑھے جانے کے شواہد بہ کثرت ملتے ہیں اور وہ قابل اعتماد

ہیں۔ بعثت محمدی کے معاً بعد بل کہ قرآن کریم کی تنزیل کے ساتھ ہی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت جبریل علیہ السلام نے نماز کی تعلیم دی تھی، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کو سکھائی تھی اور بعد میں دوسرے مومن صحابہ کرام کو اس کی تعلیم دی تھی۔ اول اول وہ یک وقتہ یا دو وقتہ صبح وشام کی تھی اور اسرا و معراج میں نماز پنج گانہ پوری طرح فرض ہوگئی تھی۔ (۱۹)

زکوٰۃ وصدقات

نماز قائم کرنے کا حکم دینے والی آیات کریمہ میں سے متعدد میں زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم بھی شامل ہے۔ ان میں مکی آیات کریمہ بھی شامل ہیں اور مدنی آیات کریمہ بھی۔ موخر الذکر کا معاملہ تو واضح ہے کہ عام خیال کے مطابق ہے۔ مکی آیات کریمہ میں زکوٰۃ ادا کرنے کے حکم کی خاص اہمیت ہے کہ وہ مکی اسلام میں زکوٰۃ کے ایک رکن اسلام کو بتاتی ہیں۔ جیسے اعراف: ۵۶، مومنون: ۴، نمل: ۳، روم: ۳۹، لقمان: ۴، فصلت: ۷، مزمل: ۲۰ وغیرہ اور سابق انبیائے کرام کو زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم ربانی اسلام کے ایک مالی تیسرے رکن کے تسلسل کو بہ خوبی واضح کرتا ہے۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بارے میں ارشاد ہے کہ وہ اپنے اہل کو نماز کے ساتھ زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم بھی دیتے تھے۔ اور حضرت عیسیٰ کو اسی رکن اسلام کے ادا کرنے کی وصیت اللہ تعالیٰ نے کی تھی: واوصانی بالصلوٰۃ والزکاۃ۔ (۲۰)، اور سورہ انبیاء کے مطابق تمام انبیائے سابقین کو خیر کے کاموں کے عام حکم کے علاوہ بہ طور خاص نماز اور زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم بھی دیا گیا تھا:

واوحینا الیھم فعل الخیرات واقام الصلوٰۃ وایتاء الزکوٰۃ وکانوا لنا عٰبدین O (۲۱)

یہ ان آیات کریمہ کے علاوہ ہیں جن میں انفاق مال/صدقات ادا کرنے کا حکم دیا گیا ہے، یا اس کی تعریف کی گئی ہے۔ اسی سے یہ بات بھی واضح ہوتی ہے کہ نفل انفاق کو صدقات سے یا خالص انفاق کے لفظ وتعبیر سے بیان کیا جاتا ہے۔ اور جب زکوٰۃ یعنی رکن اسلام کا ذکر خیر آتا ہے تو اس سے مراد فرض زکوٰۃ ہے، اور نفل صدقہ وغیرہ مراد نہیں ہے۔ امام شاطبی، ابن کثیر، شاہ ولی اللہ اور متعدد دوسرے علما ومفسرین ومحدثین نے وضاحت کی ہے کہ عرب جاہلی میں بھی فرض زکوٰۃ

اور نفل صدقہ کا تصور و عمل موجود تھا اور بعثت محمدی کے ساتھ وہ مکی اسلام کا رکن رکین بن گیا تھا۔

حج، عمرہ، طواف

ماقبل ادوارِ رسالت سے قطع نظر اذان ابراہیمی کے وقت سے حج اسلام کا رکن بن چکا تھا اور کم از کم عربوں میں حج اور اس کے ارکان اور دوسرے احکام و رسوم و سنن ہمیشہ رائج و جاری رہے تھے۔ حتیٰ کہ مشرکین عرب نے بھی اس اسلامی رکن رکین کی حفاظت کی تھی اور اس پر سالانہ عمل کیا کرتے تھے۔ آیات قرآنی، احادیث نبوی اور شواہد سیرت و تاریخ سے واضح ہوتا ہے کہ مکی دور میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بہ نفس نفیس اور دوسرے صحابہ کرام نے حج اور عمرے مسلسل کئے تھے، اور ان کو اپنی شریعت اسلام کا رکن سمجھا تھا۔ سورہ حج کی اس آیت وَاَذِّنْ فِی النَّاسِ بِالْحَجِّ یَأْتُوْكَ رِجَالًا وَّ عَلٰی كُلِّ ضَامِرٍ یَّأْتِیْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍO (۲۲) مدنی سورت میں ہونے کے باوجود کسی نے بھی فرض مدنی نہیں سمجھا۔ یہ دین و شریعت ابراہیمی میں فرض تھا اور اپنے تاریخی اور دینی تسلسل کے ساتھ عرب جاہلی میں ایک دینی فرض رہا، اگرچہ وہ دین حنیفی کا ایک رکن و فرض تھا۔ اسی دین حنیفی کا احیا و تسلسل اور اصلاح بعثت و شریعت محمدی کا مقصد عظیم تھا، بہ قول شاہ دہلوی حدیث صحیح کے مطابق رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت سے قبل کم از کم تین حج ادا فرمائے تھے اور تاریخی روایات کے مطابق بعثت سے قبل اور بعثت کے بعد مسلسل ہر سال حج ادا فرمائے تھے کہ اس سالانہ ادائیگی کی حکمتیں اور تھیں، عرب قبائل اور بالخصوص مدنی مسلمانوں کے حج ادا کرنے کے مکی واقعات اس کی فرضیت و رکنیت کو ثابت کرتے ہیں۔ حضرات ائمہ ثلاثہ میں سے امام شاطبیؒ نے صوم کی مانند اس کو مدنی دور کا تکمیلی فرض/حکم قرار دیا ہے، اور امام ابن کثیر اور شاہ ولی اللہؒ نے حج کی مکی فرضیت و رکنیت کی وضاحت کی ہے۔ اصولی بحث بعد میں آتی ہے۔

اصولی مباحث

اسلام کے خاص پسندیدہ دین ربانی ہونے کی حقیقت ہی بتاتی ہے کہ اول روز سے اس کے پانچ ارکان، دعائم اور ستون ہیں جن پر اس کی تعمیر کی گئی ہے اور ان میں سے ایک کی کمی یا فقدان اس کی عمارت ناقص کر دے گا۔ اسی بنا پر بعض مفکرین اسلام کا یہ خیال و نظریہ بالکل صحیح ہے کہ تمام شرائع اسلامی میں یہ ارکان خمسہ موجود رہے ہیں۔ آیاتِ قرآنی، احادیث نبوی اور تاریخ انسانی

سے بھی یہ حقیقت ثابت ہوتی ہے کہ اسلام کے ارکان خمسہ اس کے غیر منفک اجزا ہیں، لہٰذا ان کا تسلسل حضرت آدم علیہ السلام سے حضرت فخر آدم صلی اللہ علیہ وسلم تک بلا انقطاع چلا آ رہا ہے۔

دین حنفی سے عرب جاہلی میں ان ارکان خمسہ کا تصور بھی پایا جاتا تھا اور ان پر کسی نہ کسی حد تک عمل بھی، بلاشبہ قریش مکہ کے تجاوزات اور جاہلی عربوں کے انحرافات نے دین حنفی کی شکل وصورت مسخ کر دی تھی۔ تاہم ان میں اللہ تعالیٰ کے رب کائنات ہونے کے عقیدہ کے ساتھ توحید کا کسی حد تک تصور وعقیدے بھی باقی تھا۔ نبوت اور انبیا ومرسلین کے ادارے اور ان کے کار نبوت سے بھی عرب خوب واقف تھے اور عقیدہ بھی رکھتے تھے، بقیہ چار ارکان اسلام۔ نماز، زکوٰۃ، صوم، روزہ، حج۔ کا ان میں چرچا بھی تھا اور عمل بھی۔ وہ بالکل بے بہرہ نہ تھے۔

بعثت ورسالت اور تنزیل قرآن مجید کے ساتھ ہی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اسلامی شریعت بھی اسی طرح مکی دور میں عطا کی گئی تھی، جس طرح دین اسلام عطا کیا گیا تھا۔ دونوں دین وشریعت لازم وملزوم ہیں۔ شریعت دین ہی کا احکامی حصہ یا قانونی اور فقہی اور تشریعی جز ہے اور وہ دین کے کل کا ایک لازمی جز ہے۔ مکی آیات وسور قرآن کریم اور تیرہ سالہ مکی احادیث وسنن نبی نے ان دونوں کی صورت گری کی تھی۔ اسلام کے ارکان اربعہ خاص کر نماز، زکوٰۃ، روزہ اور حج وغیرہ کے احکام کا ایک وسیع تر مکی باب ملتا ہے۔

اصل اور فروع کا ارتباط وفرق

عام اہل قلم نے ''اصل'' اور اس کی ''فروع'' کا ادراک کیا نہ ہی فروع کا اصل سے ارتباط کا۔ اس وجہ سے مکی دور کے اسلام اور دین وشریعت کے باہمی ارتباط وتفاعل کی تفہیم مشکل ہوئی۔ ائمہ ثلاثہ ابن کثیرؒ، شاطبی، شاہ ولی اللہؒ نے بالخصوص اور متعدد دوسروں نے ان کی صحیح تفہیم پالی۔ لہٰذا ان کی نگارشات میں نہ صرف اصل اور اس کی فروع کا ارتباط وتعلق زیر بحث آتا ہے، بل کہ مکی دور نبوی میں شریعت اسلامی کا ارتقا بھی دکھائی دیتا ہے۔ خاص اسلام کے ارکان اربعہ کے احکام کے حوالے سے نکات پیش ہیں:

امام شاطبیؒ کی خاص مذکورہ بالا فصل سے یہ واضح ہوتا ہے کہ تمام اصولی احکام شریعت مکی دور میں عطا کئے جا چکے تھے اور مدنی دور میں صرف ان کی تکمیلی صورتیں اور کلیات کی جزوی تفاصیل دی

گئیں۔ ارکان اسلام کے حوالے سے ان کی وضاحت ہے کہ نماز مکہ میں موجود تھی اور اس کے متعدد احکام مکی سورتوں میں ہیں، اسی طرح زکوٰۃ بھی مکی اسلام کا دوسرا رکن تھی اور روزے اور حج کے مدنی احکام صرف تکمیلی نوعیت رکھتے ہیں۔ کیوں کہ وہ دونوں بھی مکی دور میں موجود تھے اور شریعت و دین محمدی کا حصہ تھے اور ان پر سب کا عمل بھی تھا۔

امام ابن کثیرؒ نے اصل اور فروع کے باہمی تعلق و تفاعل پر بہت واضح اور مدلل بحث کی ہے۔ ان کے مطابق ارکان اربعہ۔ نماز، زکوٰۃ، صوم اور حج۔ کی ایک اصل ہے اور ان میں سے ہر ایک کی متعدد فروع ہیں۔ مکی دور میں اصل الصلاۃ محض دو رکعت نماز تھی، جس میں تمام ارکان و شرائع اور ہیأت نماز پائی جاتی ہیں۔ دو وقتہ یا پنج وقتہ نماز اس اصل الصلاۃ کی فروع ہیں۔ اسی طرح متعدد احکام و شرائع بھی فروع ہیں۔ زکوٰۃ کی اصل مکے میں یہ تھی کہ لوگ مال کا ایک حصہ راہ خدا میں نکالتے تھے، مقادیر الزکوٰۃ جو مدینے میں فرض ہوئے وہ فروع ہیں۔ روزہ صوم مکی دین و شریعت میں موجود اور فرض اور اسلام کا ایک رکن رکین دوسری شرائع کی مانند تھا۔ اصل الصوم صرف ایک دن کا روزہ ہے، جس میں طلوع فجر سے غروب آفتاب تک کھانے پینے اور جماع سے احتراز کرنے کا حکم ہے اور وہ عاشورا کے یک روزہ روزے سے پورا ہو جاتا ہے اور رمضان کے پورے ماہ کا روزہ یا تیس دنوں کے روزے اس اصل الصوم کی فروع ہیں۔ جس طرح مکی دور میں ہر ماہ کے تین روزے فروع تھے، حج کی اصل حضرت ابراہیم علیہ السلام کے وقت سے بلا انقطاع چلی آ رہی تھی اور مکی شریعت میں موجود اور اسلام کا رکن تھی، اس میں عرب انحرافات و تجاوزات کی اصلاحات قرآنی و نبوی فروع کا درجہ رکھتی ہیں اور اصل کی شاخیں ہیں۔

حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے حجۃ اللہ البالغہ کے ابواب ارکان اربعہ میں اس پر بحث کی ہے۔ اصل الصلاۃ اور فروع الصلوٰۃ اور اصل الزکوٰۃ اور اس کی فروع، اصل الصوم اور اس کی فروع اور اسی طرح اصل الحج اور اس کی فروع پر ان کی بحث حضرت ابن کثیرؒ سے زیادہ مدلل و مفصل اور معنی خیز ہے۔ مبحث اول/قسم اول کے مختصر ابواب۔ اسرار الصلوٰۃ، اسرار الزکوٰۃ، اسرار الصوم، اسرار الحج میں ان کے اصول سے بحث کی ہے اور پھر قسم دوم کے اندر ان ارکان اربعہ کے اصل/اصول اور ان کی فروع سے بھی کی ہے۔ حضرت شاہؒ کی حکیمانہ تفصیل میں سنن کی بھی اصل اور ان کے فروع کی بحث ملتی ہے، جو خالص ان کی اختراع ہے۔ مثلاً نماز کی اصل کا حکیمانہ بیان

یہ ہے کہ تین چیزیں اصل الصلوٰۃ ہیں:

۱۔ جلال وعظمت کے لئے قلب کا خضوع وخشوع

۲۔ اس کی عظمت وجلال الٰہی کی تعبیر زبان مصلی سے اور

۳۔ اس خضوع کے مطابق جوارح واعضا کی تادیب۔

اسرار کے ابواب میں اس حکیمانہ انداز مین ان کی اصل اور ان اصول کی فروع سے بحث کی ہے اور بعد کے ابواب میں ارکان واحکام کے حوالے سے سنن کی اصل اور ان کی فروع کی ایک مثال یہ ہے کہ تکبیر کے بعد فاتحہ کی قرأت سے قبل کے وقفے میں جو سکوت ہوتا ہے اس میں ثنا پڑھی جاتی ہے۔ لہٰذا ثنائے رب اصل ہے اور مختلف اذکار ثنا اس کی فروع ہیں۔

اسی طرح رکوع وسجود میں تسبیح وتحمید اصل ہے، اور مختلف مسنون تسبیحات واذکار اس کے فروع ہیں۔ قعدے کے دوران تشہد اصل اور مختلف تشہدات اس کے فروع ہیں اور یہی حال درود اور دعا کی اصل اور ان کی فروع کا ہے۔ حضرت شاہؒ نے اس طرح تمام ارکان اربعہ کے اصول اور فروع سے بحث کی ہے۔

شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے اہل جاہلیت کے حال اور اس کی اصلاح نبوی کی مختصر فصل میں ارکان اسلام کے علاوہ دوسرے احکام شریعت اور اصول دین کے تسلسل پر بحث کر کے اس موضوع پر قیمتی مواد چھوڑا ہے۔ نماز، روزے، اور حج کے دین ابراہیمی سے عربوں میں آنے اور ان پر عمل پیرا ہونے کا ذکر فرمایا ہے۔ اور عرب جاہلیت نے ان ارکان اسلام کے ابواب میں جو خرافات کی تھیں ان کے ازالے کی بات کہی ہے۔ ان کا یہ نکتہ قابل لحاظ ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف ان چیزوں میں اصلاح کی جو خراج کر دی گئی تھیں۔ ان کے تمام اچھے کاموں، عمدہ رسوم اور اخلاق واعمال کے محاسن کو کسی طرح نہیں بدلا تھا بل کہ برقرار رکھا تھا۔ ان میں ارکان اسلام اور بعہ کے علاوہ دوسرے حلال وحرام شرائع کا بھی ذکر ہے جن سے سردست بحث نہیں ہے۔ صرف شریعت اسلامی مکی کے نقطۂ نظر سے چند نکات پیش ہیں کہ دین وشریعت پر مشتمل مجموعی اسلام نظر آ جائے۔ بہ قول شاہؒ ان عرب جاہلی میں بعض سنن موکدہ تھیں جو کھانے پینے، لباس وپوشاک، اعیاد ورسوم، نکاح وطلاق، عدت وماتم/نوحہ، بیوع ومعاملات سے متعلق تھیں۔ نکاح میں محارم کا تصور وعمل تھا۔ نکاحات فاسدہ جانتے تھے۔ قصاص ودیات وقسامہ سے واقف تھے۔ زنا اور سرقے

کی عقوبات وغیرہ بھی ان میں تھیں۔ مکی اسلامی دین وشریعت میں ان احکام پر بخاری ومسلم وغیرہ کے ابواب وکتب متعلقہ سے قیمتی مواد ملتا ہے۔ (۲۳)

ارکان اربعہ میں تسلسل کے انقطاع کا نظریہ

قرآنی اور حدیثی بیانات وتصریحات سے واضح ہوتا ہے کہ تمام شرائع اسلامی میں ارکان اربعہ اسلام کا تسلسل چلا آرہا تھا۔ یعنی وہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر دین حنیفی کے عرب بقیہ نقیہ میں موجود تھے۔ جب مکہ مکرمہ میں حضرت محمد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دین اسلام عطا کیا گیا تو بعض لوگوں کے نظریے کے مطابق، وہاں صرف اصول دین تھے اور احکام شریعت نہ تھے اور نہ ہی چار ارکان میں سے تین: روزہ، زکوٰۃ اور حج فرض تھے، وہ مدنی دور میں فرض قرار دیئے گئے۔ درایتی لحاظ سے یہ نقطہ نظر ذرا بھی قابل لحاظ نہیں ہے۔ یہ بڑی عجیب بات ہوگی کہ کہ منحرف عرب جاہلی قبائل میں تو ان ارکان اربعہ کی فرضیت اور ان پر مسلسل عمل کسی نہ کسی صورت میں موجود تھا، مگر اسلامی محمدی شریعت کے مکی دور میں ان میں سے بیشتر کی فرضیت ہی نہ تھی تو ان پر عمل کہاں سے کیا جاتا، یا ان پر عمل کا مطالبہ کیوں کر کیا جاتا۔ مگر تاریخی ثبوت وافر تعداد میں موجود ہیں کہ مکی دور کے مسلمان نے خواہ وہ قریشی مکی ہوں یا اوسی، خزرجی مدنی ہوں یا دوسرے عرب قبائل کے ہوں۔ ان چاروں ارکان پر عمل کرتے تھے اور اسلام لانے کے بعد بھی ان پر عمل کرتے رہے۔ جب وہ فرض نہ تھے تو ان پر ان کا عمل کیوں تھا؟ اور صرف اگر وہ سنت ومستحب یا دین حنیفی کے بقیہ نقیہ تھے جو ان کے زیر عمل تھے تو اور بھی حیرت انگیز بات ہے کہ ان سنن یا غیر ضروری احکام وارکان پر عمل کرتے تھے، لہٰذا مسنون احکام کا فقہی درجہ نکل آتا ہے جو شریعت کا ایک اور اہم پہلو ہے کہ فرائض کے ساتھ نوافل وسنن پر بھی عمل تھا۔ اس سے زیادہ حیرت انگیز بات یہ ہوگی کہ صرف مکی دور کے تیرہ برسوں مین تین ارکان اسلام معطل رہے، یا ان کی فرضیت معطل رہی۔ عرب جاہلی میں وہ فرض تھے اور مکی دور کے بعد وہ مدنی دور میں فرض ہوتے چلے گئے۔

ارکان اربعہ کی ادائیگی بہ اذنِ نبوی

تمام علمائے اسلام اور فقہائے عظام کا یہ متفقہ اصول ہے کہ مکی دور میں شریعت ودین اسلام آجانے کے بعد اور صحابہ کرام اور دوسرے مسلمانوں کے انہیں قبول کر لینے کے بعد کسی ایک فرد

مسلم کو بھی یہ حق حاصل نہ تھا کہ وہ دین وشریعت کے کسی امر پر اپنی مرضی اور پسند سے عمل نہ کر سکے، وہ اجازت واذن نبوی کا پابند تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صریح اجازت یا خاموش مرضی کے بغیر کسی بھی دینی جزیئے پر بھی عمل نہیں کیا جا سکتا تھا، چہ جائے کہ صوم، زکوٰۃ/صدقہ اور حج وعمرہ اور طواف جیسے اہم ترین ارکان اسلام اور ان کے فروع پر عمل کیا جاتا۔ اس کی نمائندہ اور اہم ترین تین چار مثالیں ہیں: ایک نماز جمعہ جو مکی دور میں مشروع ہوئی، اس کے تمام احکام شرعی جیسے خطبہ قبل نماز، دو رکعات نماز اور نماز میں جہری قرأت اور متعدد دوسری فروع نماز جمعہ شامل ہیں۔ اگرچہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکی دور میں مکہ میں صحابہ کرام کے ساتھ نماز جمعہ ادا نہیں فرمائی کہ اس کی راہ میں رکاوٹیں تھیں، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت وتصریح سے یثربی مسلمانوں اور جواثی/عبدالقیس کے مسلمانوں نے مکی دور میں اس کو ادا کیا۔ روزہ عاشورہ قریش کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے رکھا، جو فرض کی علامت ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی شریعت اسلامی مکی کے مطابق تین حج ادا فرمائے اور طواف، عمروں کی تعداد تو بے انتہا ہے۔ قبل ہجرت حج میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کے رواج کے برخلاف عرفات میں قیام ووقوف فرمایا۔

اور ان شرائع کے ان امور میں در آنے والے دوسرے انحرافات وتجاوزات اسی دور میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم دور فرمائے اور صحابہ کرام نے ان پر عمل کر کے خالص اسلامی حج کیے۔ یثربی مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد کے کم از کم دو حج اکبر ہجرت سے قبل کے دو برسوں میں ادا کرنے کے پختہ ثبوت ہیں، اور وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت واذن سے کیے گئے تھے۔ حضرت سعد بن معاذ اوسیؓ جیسے انصاری صحابہ کرام اور بعض مہاجرین جیسے حضرت ابوذر غفاری وخباب بن ارت تمیمیؓ نے بعد ہجرت فرضیت کے مبینہ وقت سے قبل عمرے اذن نبوی سے کیے تھے۔

ارکان اربعہ کے شرعی احکام

تمام صاحبان بصیرت وادراک اور سارے اہل علم شریعت جانتے ہیں کہ ان چاروں ارکان اسلام کے متعدد بل کہ بہت سے شرعی احکام ہیں۔ اور ان میں سے بیشتر بل کہ غالب اکثریت مکی دور کی ہے۔ یہ ایک طویل، مفصل ومدلل بحث ہے، جو ایک ضخیم ووسیع کتاب میں کی جا چکی ہے۔

صرف بعض شرعی احکام ارکان کا ذکر اختصار کے ساتھ شریعت و دین کے باہمی ارتباط کو ظاہر کرنے کے لئے اور مکی دور میں ان کے نفاذ وارتقا کو بتانے کے لئے ذیل میں بہ شکل نکات رکن بہ رکن درج کیا جارہا ہے۔

نماز کے احکام

سب سے اول اور اہم ترین حکم یہ نظر آتا ہے کہ مکی دور ہی سے فرض اور نفل/ سنت کا فرق پایا جاتا ہے، لیکن یہ اصولی احکام بقیہ تین ارکان اسلام میں بھی ملتے ہیں، اس لئے ان کا مختصر ذکر اسی سرخی کے تحت آخر میں ہوگا۔

نماز پنج گانہ کی فرضیت کا ذکر اسرا ومعراج کی احادیث وروایات میں آتا ہے اور ان میں ان کی رکعات کا ذکر بھی ہے۔ مکی دور میں فجر کی دو رکعت تھیں اور ظہر وعصر اور عشا کی بھی دو دو ہی رکعات تھیں، صرف مغرب میں تین رکعات تھیں۔

حافظ ابن کثیرؒ اور متعدد دوسرے اہل سیر وحدیث کے مطابق ان پانچوں نمازوں کی تعلیم حضرت جبریلؑ کے ذریعے دی گئی تھی۔ ان روایات کے مطابق مواقیت صلوٰۃ کے دورانئے کی تعیین کی گئی: اول اور آخر وقت کی اور ان دونوں اطراف کے درمیان کا وقت تمام نمازوں کے اوقات ٹھہرے۔ مواقیت الصلوٰۃ کی تعیین مکی ہے۔

حافظ موصوف کے مطابق فجر ومغرب وعشا میں جہری قرأت قرآن کریم کی اور ظہر وعصر میں سری قرأت کی تعیین اسی موقع پر کی گئی ہے، للہذا قرأت کے تمام احکام مکی دور کے ہیں۔

کامل ومعتبر دو رکعات نماز کے تمام اذکار وتسبیحات کی تعلیم مکی دور کی ہے، جس طرح مغرب کی نماز میں تینوں رکعات کی ہیأت اور اذکار وغیرہ کی ہے۔ ان ہیأت واذکار کی تفصیل بہت ہی اختصار کے ساتھ یہ ہے:

تکبیر تحریمہ اور اس کے کہنے کے وقت کانوں تک ہاتھ اٹھانے (رفع یدین) اور اس کے احکام مکی ہیں۔ محدثین وفقہا کی ایک بڑی جماعت کے مطابق دوسرے مواقع رفع یدین بھی مکی احکام رکھتے ہیں۔

تکبیر تحریمہ کے بعد ثنا اور اس کے اذکار، سورہ فاتحہ اور کسی دوسری سورت/ یا آیات کریمہ کا

ملانا، رکوع اور اس کی تسبیحات، قومہ اور اس کے اذکار، رکوع سے سجدے میں جانے کا طریقہ اور اذکار سجدہ، دونوں سجدوں کے درمیان جلسہ اور اس کا ذکر و تسبیح، سب مکی احکام ہیں اور اسی طرح دوسری رکعت کے تمام اذکار بھی قعدہ میں تشہد/ التحیات، درود/صلوٰۃ بر نبی ﷺ اور اس کے بعد کی دعا اور تسلیم (دونوں جانب) مکی احکام ہیں۔

تیمن کی سنت مکی دور کی ہے کہ ہاتھوں کو بہ وقت قیام اس طرح باندھا جائے کہ داہنا بائیں کے اوپر رہے اسی طرح تسلیم میں پہلے داہنی طرف سلام پھیرا جائے پھر بائیں طرف۔ دراصل تیمن ایک مستقل مکی سنت ہے۔

نماز تہجد کی مشروعیت مکی ہے۔ پہلے فرض تھی اور ایک سال بعد روایات کے مطابق مسنون/ نفل ہوگئی۔

دوسری صلوٰۃ اللیل بھی مسنون یا نفل نظر آتی ہے جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر صدیقؓ اور دوسرے صحابہ کرام اپنے اپنے گھروں کے احاطوں کی مسجدوں میں پڑھا کرتے تھے اور جن میں قرأت قرآن سن کر مشرکین مسجود ہوئے تھے۔

مکی سورتوں میں سجدہ کی آیات پر سجدے کا واجب/ مسنون حکم مکی ہے۔ سورۃ النجم کے سجدے کا واقعہ مشہور ہے، حتیٰ کہ حاضر مشرکین میں سے متعدد نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سجدہ ادا کیا تھا اور حضرت شاہؒ نے جاہلی مشرکین میں سجدے کے وجود و عمل کا اسی سے استقرا کیا ہے۔

نماز میں کامل قنوت مکی دور کا ہے یعنی سلام وکلام کا ممنوع ہونا ہجرت حبشہ کے معاً بعد کا واقعہ ہے۔

زکوٰۃ کے مکی احکام

مکی دور میں حافظ ابن کثیر وغیرہؒ کے مطابق مقادیر زکوٰۃ نہیں فرض تھے، صرف زکوٰۃ کی ادائیگی فرض تھی، اسی کو اصل الزکوٰۃ کہا ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ ہر قسم کے مال سونے چاندی، نقد، مویشیوں وغیرہ کا نصاب اس زمانے میں نہ تھا اور سالانہ گردش کے بعد فرضیت کا اصول (حولان حول کا قاعدہ) مقرر نہ تھا صحابہ کرام اپنی صواب دید سے اور بالعموم رسول اکرم صلی اللہ

علیہ وسلم کے ارشاد مبارک کے مطابق زکوٰۃ اموال ادا کیا کرتے تھے۔ جب اور جس وقت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو امت کے نادار افراد وطبقات یا امت کے مجموعی مفادات کے لئے مال کی ضرورت ہوتی آپ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرما دیتے اور صاحبان مال ودولت اپنی اپنی بساط کے مطابق اپنا حصہ لا حاضر کرتے، حتیٰ کہ وہ غربا ومساکین بھی اس کار خیر میں حصہ لیتے جو بعد کو فرضیت سے مستثنیٰ کر دیئے گئے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کے یک ساں اوصاف حسنہ کے بیان میں ان مصارف کا ذکر ہے۔ عام اموال کی زکوٰۃ کا ذکر مضمر انداز سے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور متعدد دوسرے اکابر واصاغر صحابہ کے عطیات اور مصارف میں ملتا ہے، جو وہ مسلمانوں کی بہبود اور امت اسلامی کے مفاد میں کرتے تھے۔ یہ ہے انفاق مال جس کی تعریف مکی آیات کریمہ میں کی گئی ہے۔ زکوٰۃ مکی ہے اور اس کے وہی عام مصارف تھے جو بعد میں یتامیٰ، مساکین، غربا وفقرا، مسافروں، مجبوروں، غلاموں اور کنیزوں وغیرہ کے بارے میں بیان کئے گئے۔ تحنث کے انواع مختلفہ میں انفاق مال بھی شامل تھا اور وہ بر وصلہ، عتق وعتاق، صدقہ وغیرہ کے تحت خرچ کیا جاتا تھا۔ حضرت حکیم بن حزام اسدیؓ کی روایات واحادیث تحنث میں اس کا واضح ذکر خیر ملتا ہے، اور دوسری روایات میں بھی۔

صوم کے مکی احکام

دین حنیفی، جاہلی عرب اور مکی شریعت اسلامی تینوں میں تسلسل کے ساتھ روزے کے احکام ملتے ہیں۔ سب سے اہم روزہ کا تصور وعمل ہے اور وہ یہ کہ طلوع فجر صادق سے غروب آفتاب تک کھانے پینے اور جماع سے گریز کیا جائے۔ مکی شریعت کے اس روزے/صوم ہی کی توسیع یا تصویر مدنی دور کے روزہ رمضان میں نظر آتی ہے۔ اسی سے متعدد احکام روزہ ملتے ہیں، جیسے افطار کا تصور وحکم وعمل کہ آفتاب غروب ہوتے ہی کسی چیز کے کھانے یا کسی مشروب کے پینے سے روزہ کھول لیا جاتا تھا۔ افطار کی بعض سنتوں جیسے میٹھی چیز سے کھولنے کا طریقہ وحکم بھی مکی ہوسکتا ہے، کیوں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بالعموم میٹھی چیز/حلوہ پسند فرماتے تھے اور یہ پسند مدنی عادت نہیں تھی بل کہ فطری پسند نبوی تھی، جو مستقل عادات اور مستقل پسندوں اور سنتوں کی مانند مکی دور سے جاری

رہی تھی۔ اسی طرح سحوراور سحری کا حکم بھی مکی ہے اور اسے مدنی حکم محض یہود کی مخالفت والی ایک قسم کی حدیث کی بنا پر نہیں کہا جا سکتا۔ سحور/سحری کے آداب واحکام دراصل سنت انبیا میں شامل ہیں جو مکی شریعت میں بھی آئے۔

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے بالخصوص اور دوسرے علما و شارحین نے بالعموم صراحت کی ہے کہ رمضان کی راتوں میں حضرت جبریل علیہ السلام رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نازل شدہ قرآن کریم کا مدارسہ کرتے تھے۔ خواہ وہ اولین رمضانات میں کتنا ہی کم حصہ کیوں نہ ہوتا۔ بہ قول حافظ موصوف ان میں ہجرت کے قبل کے رمضان بھی شامل تھے۔ قرآن کریم اور رمضان کا ایک عجیب حکمت آمیز ارتباط ہے کہ بالآخر قرآن مجید رمضان ہی میں اترا تھا اور سب کو تسلیم ہے کہ مکی دور ہی میں شب قدر میں اول اول اترا اور اواخر عہد تک قریب نصف قرآن اتر چکا تھا۔

حج کے مکی احکام

حسب ارشاد نبوی حج کے احکام و مناسک عربوں کے جدامجد حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت تھے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مکی دور میں اس اصل سنت/سنن ابراہیمی کے امین و وارث و معلم تھے۔ اسی لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ مجھ سے اپنے جدامجد کی سنن حج اور احکام حج وغیرہ سیکھ لیا کرو۔ احکام حج کا باب پوری ایک کتاب کو محیط ہے، لہٰذا صرف چند اہم ترین احکام حج وعمرہ وطواف کا ذکر کیا جاتا ہے۔ اور ان میں ہر قسم کے احکام۔ فرض، شرط، رکن، سنت/نفل شامل ہیں۔

حج کے دو بنیادی رکن۔ قیام عرفہ/عرفات اور طواف افاضہ مکی احکام میں شامل ہیں عام عرب اور قریش میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وقوف عرفات قریشی انحرافات کے زمانے میں بھی فرمایا کرتے تھے۔

طواف کے تمام ارکان، ہیات اور متعدد اذکار وغیرہ اور آغاز و اختتام کے طریقے، استلام ارکان اور تسلیم و تقبیل حجر اسود وغیرہ مکی دور کے ہیں۔ ایک طواف کے سات اشواط کی تعیین بھی مکی ہے۔

طواف کا بہ حالت پاکی، وضو اور غسل ضروری کے بعد، کرنا مکی احکام ہی کا حصہ ہے۔

طواف حج / یا عمرے وحج کے لئے احرام کی شرط بالخصوص مردوں کے لئے دو بلا سلی چادریں اوران کے متعلقہ بہت سے احکام مکی ہیں۔

بہ حالت عریاں طواف نہ کرنے کی الٰہی ممانعت مکی دور کی ہے۔رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے لڑکپن میں بارہ سال کی عمر شریف میں تعمیر کعبہ کے وقت ازار اتاری ہی تھی کہ بے ہوش ہوکر گر پڑے اوراسی عالم بے خودی میں ہدایت کی گئی کہ کبھی عریاں نہ ہوں۔امام بخاریؒ نے اسی سے اولین ممانعت طواف عریاں کا حکم نکالا ہے جواہم ترین ہے۔

غرض کہ ہرطرح کے طواف، یا عمرے اورحج کے احکام وہ سب کے سب مکی شریعت محمدی میں تھے۔صرف بعض کا اضافہ، اصلاحی عمل اور تکمیلی حصہ مدنی دور کا ہے۔

سورہ بقرہ کا واضح بیان ہے:

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ (۲۴)

ایمان والوتم پر اسی طرح روزے فرض کئے گئے ہیں جس طرح تم سے قبل دوسری قوموں اورملتوں پرفرض کئے گئے تھے۔

اس واضح بیان الٰہی کے بعد کسی اورشہادت اور گواہی کی ضرورت نہیں رہ جاتی کہ روزہ بھی تمام اسلامی شریعتوں میں فرض تھا اوررسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کومکی دور میں اسلامی محمدی شریعت کے عطا کئے جانے سے قبل بھی روزہ رکھا کرتے تھے۔

حدیث بخاری کے مطابق قریش جاہلیت میں عاشورا کا روزہ رکھا کرتے تھے اورآپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی رکھا کرتے تھے۔اور بعثت کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے روزے رکھنے کا حکم مسلمانوں کو دیا تھا اورامام ابوحنیفہؒ کے مطابق وہ فرض روزہ تھا، اس کے علاوہ ہر ماہ کے تین روزے، یعنی ایام بیض کے روزے بھی فرض تھے، اوربعض کے خیال میں وہ سنت تھے۔مکی دور میں روزہ بہ ہر حال تھا، البتہ رمضان کے تیس روزوں کی فرضیت ہوئی تو عاشورہ کے روزے کی فرضیت منسوخ ہوگئی اور دوسرے روزوں کی بھی۔تاہم ان کو ہر ماہ کے تین روزوں اور سالانہ عاشورا کے روزے کواسلامی محمدی شریعت نے برقرار رکھا، اوررسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حکمت بالغہ سے ان کو اپنی سنت/ مسنون کا درجہ عطا فرمادیا۔امام دہلویؒ اور دوسرے تمام امامان

حدیث وتفسیر اور مجتہدین اسلام نے ان روزوں کی حکمت وحکم کو تسلیم کیا ہے، اور صراحت کی ہے کہ وہ عرب جاہلی میں ایک جاری سنت تھی اور مکی شریعت میں بھی روزہ اسلام کا ایک رکن تھا۔

حوالہ جات

۱۔ بخاری: رقم الحدیث ۸، طرف حدیث ۴۵۱۵

۲۔ مسلم: رقم الحدیث (۱۱۱) ۱۹ (۱۶)

۳۔ ایضاً: رقم الحدیث (۱۱۲) ۲۰

۴۔ ایضاً: رقم الحدیث (۱۱۳) ۲۱

۵۔ ایضاً: رقم الحدیث (۱۱۴) ۲۲

۶۔ ترمذی: رقم الحدیث ۲۶۰۹

۷۔ نسائی: ررقم الحدیث ۵۰۰۴

۸۔ اسد الغابہ: ج ۱، ص ۳۔ الاصابہ: رقم ۴۸۳۴

۹۔ بخاری: رقم الحدیث ۵۰

● طرف حدیث: ۴۷۷۷، فتح الباری: ج ۱، ص ۱۵۲، ۱۶ و مابعد، کتاب التفسیر، سورۃ لقمان، فتح الباری: ج ۸، ص ۶۵۲، و مابعد۔ کتاب الایمان کا باب بخاری کافی مفصل ہے۔ باب سوال جبریل النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن الایمان والاسلام والاحسان وعلم الساعۃ و بیان النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

۱۰۔ حدیث مسلم: (۹۳) ۱ (۸)

۱۱۔ حدیث مسلم: (۹۷) ۵ (۹)

۱۲۔ ترمذی: رقم ۲۶۱۰۔ ابواب الایمان، باب ماجاء فی وصف جبریل للنبی صلی اللہ علیہ وسلم الایمان والاسلام...... وفی الباب عن طلحۃ بن عبید اللہ وانس بن مالک وابی ھریرۃ...... نیز تبصرہ و بحث براسناد اور دوسری روایات حدیث جبریل علیہ السلام۔

۱۳۔ نسائی: کتاب الایمان وشرائعہ، باب صفۃ الایمان والاسلام۔

۱۴۔ شاطبی۔ الموافقات فی اصول الشریعۃ۔ مطبعہ رحمانیہ مصر، مرتبہ شیخ عبداللہ دراز: کتاب الادلۃ الشرعیۃ، المسئلۃ الثامنۃ: ج ۳، ص ۴۶۔ ۴۷ و مابعد

۱۵۔ ابراہیم: ۳۷، ۴۰ وغیرہ

۱۶۔ مریم:۵۵

۱۷۔ مریم:۳۱۔طٰہٰ:۱۴۔انبیا:۷۳۔حج:۳۵، ۴۱۔لقمان:۱۷اور متعدد دوسری آیات

۱۸۔ مریم:۵۹

۱۹۔ شاطبی۔الموافقات:ج۳،ص۴۹۔شاہ ولی اللہ دہلوی۔حجۃ اللہ البالغہ:ابواب ارکانِ اربعہ

۲۰۔ مریم:۳۱

۲۱۔ الانبیاء:۷۳

۲۲۔ الحج:۲۷

۲۳۔ حجۃ اللہ البالغہ:ج۱،ص۱۲۴۔۱۲۸۔اسرار نماز وغیرہ کے لئے ملاحظہ کیجئے:ج۱،ص۷۲ومابعد اور ج۲،ص۱۔۶۱:ارکان اربعہ پر بحث

۲۴۔ سورہ بقرہ:۱۸۳